Iḥyāʾal ʿulūm, Vol.:22, Issue,1: Jan-Jun 2022
PP: 56-67

OPEN ACCESS
Iḥyā ʾal ʿulūm
ISSN (Online): 2663-6263
ISSN (Print): 2663-6255
www.joqs-uok..com

پرائز بانڈز کے جواز اور عدم جواز پر علماء کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical study of the Views of Religious scholars on the Validity and Invalidity of Prize Bonds

Dr Ahmad Raza
Assistant Professor, Dept. of Islamic Thought, History & Culture, Allama Iqbal Open University Islamabad

Dr Syed Waheed Ahmed
Teacher, Dawah Academy, IIUI Islamabad

Abstract

It is human nature to be afraid of the imminent danger and to think about it all the time. He considers it necessary to always have enough money to meet his immediate needs and if there is any accident then he needs someone to meet his needs. In view of this idea, people of every class have some wealth in their hands. Although not too much for everyone, but overall, it is a huge capital that remains idle apart from economic activity and has not been used for many years. In the twentieth century global economic system, there has been a need to consolidate these scattered units of savings and use them in economic activities, as well as to meet the goals of savers. Methods were adopted and made easy and always active through the recovery of capital. They were made safe and trustworthy and given the lure of extra money on real capital so that the wealth would be safe and keep growing. The prize bond is a link in the chain. There are different opinions of the religious scholars regarding the prize bond. In this article, we are presenting the analysis of the views of the scholars and our vision also.

Key Words: *Views, Religious scholars, Validity, Prize Bonds*

CC BY

موضوع کا تعارف

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ متوقع خطرات سے خائف رہتا ہے اور اس کے لئے ہر وقت سوچ و بچار کرتا رہتا ہے۔ اپنے لئے یہ لازم اور ضروری سمجھتا ہے کہ میرے پاس ہر وقت اتنا مال ہونا چاہیے جس سے میری وقتی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں اور اگر کبھی اچانک کوئی حادثہ پیش آئے تو میں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاوں۔ اسی خیال کے پیش نظر ہر طبقے کا انسان اپنے ہاتھ میں کچھ نہ کچھ مال رکھتا ہے۔ ہر فرد کے لحاظ سے اگرچہ بہت زیادہ نہیں ہوتا لیکن مجموعی لحاظ سے یہ بہت بڑا سرمایہ ہے جو معاشی سرگرمی سے الگ بیکار پڑا رہتا ہے اور برسوں تک اس کے استعمال کی نوبت نہیں آتی۔ بیسویں صدی سے جاری عالمی اقتصادی نظام میں یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ بچت کی ان منتشر اکائیوں کو یکجا کر کے اسے معاشی سرگرمیوں میں استعمال کیا جائے اور ساتھ ہی بچت کاروں کے مقاصد بھی پورے کر دیئے جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے مختلف طریقے اپنائے گئے اور سرمائے کی وصولی کے آسان اور ہمہ وقت فعال رہنے والے ذریعے ایجاد کئے گئے۔ انہیں محفوظ اور معتمد بنایا گیا اور اصل سرمائے پر اضافی رقم کا لالچ بھی دیا گیا تاکہ مال محفوظ بھی رہے اور بڑھتا بھی رہے۔ پرائز بانڈ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ پرائز بانڈ کے حوالے سے علماء کی مختلف آراء ہیں۔ اس مقالہ میں علماء کرام کی آراء کا تجزیہ اور اپنا موقف پیش کر رہے ہیں۔

پرائز بانڈ کی قانونی حیثیت

پرائز بانڈ جسے انعامی بانڈ کہا جاتا ہے اس حیثیت یہ ہے:

"Prize Bond means a non-interest-bearing Security which is entered into a prize draw whereby the owner of a randomly selected bond receives a prize payout"[1]

پرائز بانڈ ایک غیر سودی تحفظ ہے جو انعامی قرعہ اندازی میں شامل ہوتا ہے جس کے تحت قرعہ اندازی پر بانڈ کے مالک کو انعام کی ادائیگی ملتی ہے۔

پاکستان میں پرائز بانڈز کی قانونی حیثیت یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک بانڈز جاری کر کے لوگوں سے رقم وصول کرتا ہے اور انہیں گارنٹی دیتا ہے کہ جب چاہیں یہ بانڈز کسی بھی مجاز بینک میں جمع کر کے اپنی رقم لے سکتے ہیں۔ اسٹیٹ بینک یہ لالچ بھی دیتا ہے پرائز بانڈ ہولڈر کے قرعہ اندازی تک انتظار کر کے نام نکلنے کی صورت میں اسے انعام کی صورت میں بہت بھاری رقم مل جائے گی۔ سٹیٹ بینک آف پاکستان نے "نیشنل پرائز بانڈز" کی اسکیم کے تحت پرائز بانڈز کی فروخت یکم اکتوبر ۱۹۶۰ کو بطور ایجنٹ حکومت پاکستان جاری کی۔ پرائز بانڈ سکیم کو اجولائی ۱۹۹۹ میں نیشنل پرائز بانڈز کے عنوان سے چھ حصوں کے ساتھ بحال کیا گیا اور اس کے بعد ۲۰۱۲ میں مزید دو حصوں کو شامل کیا گیا۔ قومی انعامی بانڈز فطرت میں "بریئر" ہوتے ہیں اور ان بانڈز کی ملکیت محض ہاتھ کی تبدیلی سے بدل جاتی ہے۔ سود سے پاک ہونے کی وجہ سے ان بانڈز کا مالک گورننگ رولز یعنی پرائز بانڈز رولز ۱۹۹۹ اور پرائز بانڈ ریفنڈ رولز ۱۹۶۳ کے تحت انعامی رقم (اگر کوئی ہے) کے علاوہ بانڈز کی فیس ویلیو کا اہل ہوتا ہے بشرطیکہ متعلقہ قرعہ اندازی کی تاریخ سے چھ سال کے اندر انعامی رقم کا دعویٰ کیا جائے۔[۲]

پرائز بانڈ کی شرعی حیثیت پر علمائے کرام کی آراء

پرائز بانڈ کے حوالے سے علماء کی مختلف آراء ہیں جنہیں سطور ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی رائے

سید مودودی لکھتے ہیں:

''اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ بانڈز بھی اسی نوعیت کے قرضے ہیں جو حکومت اپنے مختلف کاموں میں لگانے کے لیے لوگوں سے لیتی ہے اور ان پر سود ادا کرتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ پہلے ہر وثیقہ دار کو اس کی دی ہوئی رقم پر فرداً فرداً سود دیا جاتا تھا مگر اب جملہ رقم کا سود جمع کر کے اسے چند وثیقہ داروں کو بڑے بڑے انعامات کی صورت میں دیا جاتا ہے۔۔۔ جمع شدہ سود کی وہ رقم جو بصورت انعام دی جاتی ہے اس کا کسی وثیقہ دار کو ملنا اسی طریقہ پر ہوتا ہے جس پر لاٹری میں لوگوں کے نام انعامات نکلا کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ لاٹری میں انعام پانے والے کے سوا تمام باقی لوگوں کے ٹکٹوں کی رقم ماری جاتی ہے اور سب کے ٹکٹوں کا روپیہ ایک انعام دار کو مل جاتا ہے۔ لیکن یہاں انعام پانے والوں کے سوا باقی سب وثیقہ داروں کی اصل رقم قرض نہیں ماری جاتی بلکہ صرف وہ سود جو سودی کاروبار کے عام قاعدے کے مطابق ہر دائن کو اس کی دی ہوئی رقم قرض پر ملا کرتا ہے انہیں نہیں ملتا بلکہ قرعہ کے ذریعہ سے نام نکل آنے کا اتفاقی حادثہ ان سب کے حصوں کا سود ایک یا چند آدمیوں تک اس کے پہنچنے کا سبب بن جاتا ہے اس بناء پر بعینہٖ قمار تو نہیں مگر اس میں روح قمار ضرور موجود ہے''۔[۳]

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کی رائے

مولانا کیلانی لکھتے ہیں:

''یہ کاروبار چونکہ حکومت خود چلا رہی ہے لہٰذا اسے خاص فروغ حاصل ہوا ہے۔ ہر دو ماہ بعد انعامات تقسیم ہوتے ہیں۔ وہ دراصل اس جمع شدہ رقم کا دو ماہ کا سود ہوتا ہے۔ جو سب حقداروں میں تقسیم کرنے کے بجائے بذریعہ قرعہ اندازی چند افراد کو دے دیا جاتا ہے۔ اس کاروبار میں اس ناپاک اور حرام چیز سود کا نام انعام رکھ دیا گیا ہے۔ اور قرعہ اندازی سے یہ انعام کسی کو عطا کرنا ہی میسر (جوا) ہے اور یہی کچھ لاٹری میں ہوتا ہے''۔[۴]

مفتی محمد تقی عثمانی کی رائے

مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں: ''انعامی بانڈ حقیقت میں سود کے حکم میں ہے اور سود ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ انفرادی طور سے ہر شخص کے ساتھ زیادتی کا معاہدہ مشروط نہیں لیکن مجموعہ مقرضین کے ساتھ یہ معاملہ طے ہے کہ ہر ایک کی قرعہ اندازی کریں گے اور جن کا قرعہ نکل آئے گا ان کو انعام دیا جائے گا تو اگرچہ انفرادی طور پر ہر شخص کے ساتھ زیادتی مشروط نہیں لیکن اجتماعی طور پر جتنے بھی بانڈ خریدنے والے ہیں یا بانڈ لینے والے ہیں وہ مقرضین ہیں اور اجتماعی طور پر سب سے یہ معاہدہ کر لیا گیا کہ ہم قرعہ اندازی کر کے پھر انعام تقسیم کریں گے۔ البتہ اس سود کو قمار کے ذریعے دیا جاتا ہے یعنی سود سب کو دینے کے بجائے قرعہ اندازی کے ذریعے ایک کو دیتے ہیں لہٰذا سود دینے میں قمار ہے چونکہ یہاں اصل میں قمار نہیں ہے بلکہ سود میں ہے اس واسطے اس کو اصطلاحی طور پر قمار نہیں کہیں گے''۔[۵]

مجلس دعوت تحقیق کراچی کی رائے

ربا اس زیادتی کا نام ہے جو قرض کی وجہ سے حاصل ہوئی ہو سود کی یہ حقیقت پرائز بانڈ کے انعام پر بھی صادق آتی ہے۔

کیونکہ حکومتی ادارے میں جمع کی ہوئی رقم قرض ہے کیونکہ ادارہ اسے اپنے تصرف میں لاتا ہے اور قرعہ اندازی میں نام آنے پر مقررہ رقم صاحب رقم کو دی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ قرض کے زمرے میں آتی ہے۔ اور اس قرض کے عوض میں جو انعام (منافع) حاصل کیا جاتا ہے یہی سود ہے۔ اسی طرح موجودہ پرائز بانڈ کے انعام میں جوا بھی شامل ہے۔ جوا جسے عربی میں قمار کہا جاتا ہے در حقیقت ہر وہ معاملہ جس میں مخاطرہ ہو وہ قمار ہے۔ پرائز بانڈ کے حصہ داران زائد رقم وصول کرنے کی غرض سے رقم جمع کراتے ہیں لیکن معاملہ قرعہ اندازی اور اس میں نام آنے پر مشروط ہونے کی وجہ سے یہ لوگ خطرے میں رہتے ہیں کہ زائد رقم ملے یا نہ۔ قمار کی حیثیت کے متعلق امام ابو بکر جصاصؒ لکھتے ہیں:

"قمار کی حقیقت یہ ہے کہ ایسا معاملہ کیا جائے جو نفع و نقصان کے خطرے کی بنیاد ہو"۔[۶]

واضح رہے کہ کاروباری نکتے سے جس کاروبار میں منافع نہ ہو وہ نقصان ہے تو جن حصہ داروں کے نام قرعہ اندازی میں نہیں آتے وہ نقصان میں رہتے ہیں خلاصہ یہ کہ قمار (جوا) ہر وہ معاملہ ہے جو نفع و ضرر کے درمیان دائر ہو یعنی یہ بھی احتمال ہو کہ معمولی رقم کے عوض میں بہت سارا مال مل جائے گا اور یہ بھی احتمال ہو کہ کچھ نہ ملے گا خواہ اصل رقم باقی رہے کیونکہ انہوں نے اصل رقم حاصل کرنے کے لئے رقم جمع نہیں کرائی تھی بلکہ بڑی رقم کے طمع میں رقم جمع کرائی تھی جو انہیں حاصل نہیں ہو سکی اور وہ پشیمان ہوئے۔ لہٰذا حکومت کی طرف سے جاری کردہ پرائز بانڈز میں اصل رقم اگرچہ محفوظ رہتی ہے، چونکہ مزعومہ منافع نہیں مل سکے تو وہ خسارے میں رہے اور جن کو قرعہ اندازی میں رقم ملی ہے ابتداء میں خطرے میں رہنے کی وجہ سے یہ معاملہ جوئے کا معاملہ تھا نفع ملنے یا نہ ملنے میں تردد تھا قرعہ اندازی میں نام آنے پر زائد رقم مل گئی لیکن جوا کے معاملہ کے تحت ملی اور نقد کے بدلہ میں نقد نہیں زائد رقم ملی تو یہ سود ہی ہے لہٰذا پرائز بانڈ جوئے اور سود کا مجوعہ ہے۔[۷]

دارالافتاء جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کی رائے

انعامی بانڈز کے نام سے جو انعام دیا جاتا ہے حقیقۃً یہ سود کی ایک شکل ہے انعامی بانڈز کے انعام میں ملنے والی رقم حرام ہے اس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے اس کی حرمت کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

بینک جب انعامی بانڈز کی کوئی سیریز نکالتا ہے اور اس سیریز کے ذریعہ سے جو رقم وہ پبلک سے کھینچتا ہے۔ اس رقم کو بینک کسی شخص یا ادارے کو سودی قرض پر دے دیتا ہے، اس سود سے جو رقم موصول ہوتی ہے بینک اس میں سے کچھ رقم اپنے پاس رکھتا ہے اور کچھ رقم قرعہ اندازی کے ذریعہ ان لوگوں میں تقسیم کر دیتا ہے جنہوں نے انعامی بانڈز لیے تھے چنانچہ قرعہ اندازی کے بعد جو رقم انعام کے نام سے ملتی ہے وہ حقیقۃً سود ہی کی رقم ہے اگرچہ بینک اس کو ہزار مرتبہ انعام کہے اور جو لوگ اس کو جائز کہتے ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ بینک والے قرض ہوا کو یہ اضافی رقم بطور انعام دیتے ہیں شرط انعام نہیں ہوتا اس کے جواب میں لکھا ہے کہ فقہ کا ایک مشہور اصول ہے المعروف کالمشروط کہ جو چیز معروف ہو وہ مشروط کی طرح ہے یعنی جو چیز لوگوں میں عام رائج ہو اور پہلے سے ذہنوں میں طے شدہ ہو وہ ایسی ہے جیسے کہ زبانی شرط لگانا چنانچہ اس صورت میں اگرچہ انعامی بانڈز لینے والے اس پر سود لینے کی شرط نہیں لگاتے لیکن ہر انعامی بانڈز لینے والے کے ذہن میں یہی ہوتا ہے کہ قرعہ اندازی کے ذریعے مجھے اپنی اصل رقم سے زائد رقم مل جائے گی بصورت دیگر کوئی شخص بھی انعامی بانڈز نہ خریدے۔

ان دلائل کے علاوہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ بینک والے یہ لوگوں کا سرمایہ کسی کاروبار میں لگاتا ہے اور اس سے حاصل شدہ منافع قرعہ اندازی کے ذریعے لوگوں میں تقسیم کرتا ہے تو پھر بھی یہ جائز نہیں کیونکہ مشاورت و مضاربت میں تو نفع و نقصان

دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔اور یہاں معاملہ اسی طرح نہیں ہے۔شرعی اصول کے مطابق مشارکت کی صورت میں تمام شریکوں کو فیصد کے حساب سے منافع دیا جاتا ہے لیکن یہاں ایسا نہیں ہے لہٰذا انعامی بانڈز کا انعام ناجائز اور حرام ہے۔[۸]

سید مودودی اور تقی عثمانی کا موقف ایک جیسا ہے کہ انعامی بانڈز میں سود اور قمار کا روح دونوں موجود ہیں۔لیکن دونوں کے اقوال میں صرف اتنا فرق ہے کہ مفتی تقی عثمانی نے یہ وضاحت کی ہے کہ انعامی بانڈز میں بعینہٖ قمار نہیں ہے لیکن روح قمار ہے۔نیز انہوں نے روح قمار کیسا ہے اس کی وضاحت کی ہے۔جبکہ سید مودودی نے مجمل لکھا ہے کہ انعامی بانڈز میں قمار کا روح ہے اور اس میں نیت سودی لین دین کی ہوتی ہے۔ان دو شخصیات کے علاوہ مجلس دعوت و تحقیق اسلامی ،مولانا کیلانی اور جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی رائے یہ ہے کہ انعامی بانڈز میں سود اور جوا دونوں موجود ہیں اس لیے یہ حرام ہے۔

دارالافتاء منہاج القرآن کی رائے

دارالافتاء منہاج القرآن کی رائے پرائز بانڈ کے حوالے سے یہ ہے کہ پرائز بانڈ خرید ناجائز ہے اور اس پر انعام، لینا بھی جائز ہے۔اس کے ناجائز ہونے کے لیے ربا اور قمار کا پایا جانا ضروری ہے۔پرائز بانڈ میں ربا نہیں پایا جاتا کیونکہ ربا قرض پر متعین اضافہ بطور شرط ہوتا ہے۔پرائز بانڈ میں یہ شرط نہیں پائی جاتی اس لیے یہ ربا کی حرمت سے نکل گیا۔دوسرا سبب عدم جواز کا قمار ہے اور وہ بھی اس میں نہیں پایا جاتا۔انعام نکلے یا نہ نکلے اصل رقم محفوظ رہتی ہے اور جب چاہیں بینک سے نکلوا سکتے ہیں۔لہٰذا پرائز بانڈ کا لین دین جائز ہے۔اللہ و رسولہ اعلم بالصواب۔[۹]

علامہ غلام رسول سعیدی کی رائے

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

''ہمارے نزدیک انعامی بانڈز کی بیع جائز ہے اور حکومت کی طرف سے اس کو خریدنے کی ترغیب کے لئے جو انعام جاری کیا جاتا ہے وہ بھی جائز ہے کیونکہ اس انعام پر ربا یا قمار کی تعریف صادق نہیں آتی۔''[۱۰]

مفتی منیب الرحمان کی رائے

مفتی منیب الرحمان نے انعامی بانڈز کو خرید و فروحت قرار دیا ہے،اس کو قرض قرار نہیں دیا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اس پر انعام لینا جائز ہے۔[۱۱]

پرائز بانڈز کی خرید و فروخت کا مروجہ طریقہ

مروجہ طور پر اوپن مارکیٹ میں پرائز بانڈز کی خرید وفروخت دو طرح سے ہوتی ہے:

۱. جتنے کا بانڈ ہے اتنی ہی رقم کا خریدا یا بیچا جاتا ہے۔

۲. جتنے کا بانڈ ہے اضافی رقم کے ساتھ بیچا جاتا ہے

پہلی صورت میں انعامی بانڈز کی خرید وفروخت بعض علماء کے نزدیک جائز ہے اور دوسری صورت میں بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے۔نفس مسئلہ کی تفہیم کے لیے ربا اور قمار کی حقیقت جاننا بھی ضروری ہے اس لیے سطور ذیل میں ان کی وضاحت کی جاتی ہے:

ربا

"عرف عام میں اسے سود کہا جاتا ہے۔اس کی تعریف عربی میں یہ کی گئی ہے: ''ہر وہ قرض جو نفع لائے وہ سود ہے" [۱۲]

ایک تعریف علامہ شامی نے بھی کی ہے:

''ہر وہ قرض جو نفع لائے وہ حرام ہے یعنی جب اس قرض کو مشروط کیا جائے'' [۱۳]

ربا کی دو اقسام ہیں جن کا مفہوم درج ذیل ہے:

ربا الفضل

قرض کی ادائیگی میں قرض کی رقم یا مال میں اضافہ کرنا خواہ ناپ کے لحاظ سے ہو یا وزن کے لحاظ سے۔

ربا النسیۃ

جس قرض میں ایک معین مدت کے بعد اصل رقم سے زائد رقم لینے کی شرط رکھی جائے اور زائد رقم کی مقدار بھی معین ہو وہ ربا النسیۃ ہے۔امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: ''ربا النسیۃ زمانہ جاہلیت میں مشہور اور متعارف تھا کیونکہ وہ لوگ اس شرط پر قرض دیتے تھے اس کے عوض ہر ماہ ایک قدر معین لیا کریں گے اور اصل رقم مقروض کے ذمہ باقی رہے پھر جب مدت پوری ہو جاتی تو قرض خواہ مقروض سے اصل رقم کا مطالبہ کرتا اگر اس پر ادا کرنا دشوار ہوتا تو قرض خواہ مدت بڑھا دیتا اور سود بھی زیادہ کر دیتا یہ وہ ربا ہے جس پر زمانہ جاہلیت میں عمل ہوتا تھا''۔ [۱۴]

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

''زمانہ جاہلیت میں جب قرض کی مدت پوری ہو جاتی تو یا تو قرض ادا کر دیا جاتا اور یا اس پر سود لگایا جاتا۔قرض خواہ مدت میں اضافہ کرتا ہر سال اسی طرح ہوتا حتی کہ قلیل رقم دوگنی چوگنی ہو کر کثیر ہو جاتی''۔ [۱۵]

علامہ ابو الولید سلیمان باجی لکھتے ہیں:

"ربا جاہلیت یہ ہے کہ مدت پوری ہونے کے بعد قرض خواہ مقروض سے کہے کہ تم قرض ادا کر رہے ہو یا میں سود کے عوض مدت میں اضافہ کر دوں؟ اگر مقروض سود کو مان لیتا تو قرض خواہ مدت میں اضافہ کر دیتا اس کے حرام ہونے میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے" [۱۶]

انعامی بانڈز کا انعام ربا الفضل اس لئے نہیں ہو سکتا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ربوا الفضل کی حرمت کی علت جنس میں اتحاد اور قدر معروف کیل یا وزن میں زیادتی ہے اور یہاں جنس ایک نہیں ہے کیونکہ انعامی بانڈز کی بیع کرنسی نوٹوں کے عوض ہوتی ہے۔انعامی بانڈز کے عوض نہیں ہوتی۔اور انکی جنس الگ الگ ہے۔واضح رہے کہ جنس سے مراد یہاں منطقی جنس نہیں فقہی جنس مراد ہے۔امام شافعیؒ کے نزدیک ربا الفضل میں حرمت کی علت طعم اور ثمنیت ہے ان کے نزدیک ربا الفضل سونے چاندی یا کھانے پینے کی چیزوں میں ہو سکتا ہے۔اور ظاہر ہے انعامی بانڈز اس قبیل سے نہیں ہیں امام مالک کے نزدیک ربوا الفضل ان چیزوں میں ہو سکتا ہے۔جن میں غذائیت ہو یا وہ چیزیں قابل ذخیرہ ہو امام احمد بن حنبل کے نزدیک حرمت کی علت ناپ اور تول ہے اور ربوا الفضل صرف ان چیزوں میں ہو سکتا ہے جن کی بیع ناپ اور تول سے کی جاتی ہو اور ظاہر ہے کہ بانڈز اس جنس سے نہیں ہیں۔

ربا النسیئۃ میں ائمہ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ جس قرض میں ایک معین مدت کے بعد اصل رقم سے زائد رقم لینے کی شرط رکھی جائے اور زائد رقم کی مقدار بھی معین ہو وہ ربا النسیۃ ہے قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں سود کی اسی رقم کا رواج تھا۔قرآن مجید نے اسی کو حرام قرار دیا ہے اور سود کی یہ قسم حرام قطعی ہے۔یہ واضح ہو گیا کہ جس قرض میں مدتِ معین کے

بدلے میں رقم کی واپسی پر اضافے کی شرط لگائی جائے وہ ربا النسیۃ ہے۔انعامی بانڈز میں چونکہ مدت کے عوض اضافہ کی شرط نہیں ہوتی اس لئے اس پر ربا النسیۃ کی تعریف صادق نہیں آتی ہے۔

سودی قرضوں میں مدت کا تعین ضروری ہوتا ہے اور بانڈز کوئی بھی شخص بغیر تعین مدت کے خریدتا ہے اور جب چاہے بغیر کسی نقصان یا زیادتی کے بینک کو بانڈز واپس کر کے اپنے پیسے لیتا ہے اس لیے یہ قرض نہیں ہے۔اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ حکومت انعامی بانڈز کے ذریعہ لوگوں سے کچھ رقم قرض لیتی ہے اور قرض کی ادائیگی کے بعد از خود بعض افراد کو اصل رقم سے کچھ زیادہ دیتی ہے تو وہ زیادتی جائز ہو گی اور سود نہیں کہلائے گی۔اس دلیل یہ حدیث ہے:

''حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ مسجد میں تھے۔(مسعر راوی نے کہا) یہ چاشت کا وقت تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا دو رکعت نماز پڑھو۔میرا نبی ﷺ پر کچھ قرض تھا۔آپ ﷺ نے قرض ادا کیا اور اصل رقم سے مجھ کو زیادہ دیا''۔[17]

المعروف کالمشروط کی بحث

بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ چیز معروف ہے کہ حکومت بانڈز خریدنے والوں کو انعام دیتی ہے اور ہر خریدنے والے کے ذہن میں انعامی بانڈز خریدتے وقت انعام ہی کا تصور ہوتا ہے اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ المعروف کالمشروط جو چیز معروف ہو وہ مشروط کے قائم مقام ہے اس لئے اگرچہ بانڈز خریدنے والا بالفعل اصل سے زائد رقم لینے کی شرط نہیں لگاتا لیکن عرف اس کا قائم مقام ہے کہ وہ شرط لگا رہا ہے اس لئے بطور انعام اس کو جو رقم ملے گی وہ سود ہی ہے۔علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ یہ دلیل انتہائی سطحی ہے حکومت کسی خاص خریدار یا تمام خریداروں سے سودی معاہدہ نہیں کرتی اگر حکومت کا طریق کار یہ ہوتا کہ وہ تمام خریداروں کو اصل رقم سے کچھ زائد ادا کرتی تو پھر بانڈز خریدتے وقت خریدار شرط لگاتا یا نہ لگاتا عرف کی وجہ سے اس کی شرط تسلیم کی جاتی اور زیادتی سود ہوتی اس کی مثال یہ ہے کہ سیونگ سرٹیفکیٹ اور ڈیفینس سرٹیفکیٹ کی رقم پانچ یا سات سال میں دگنی کر دی جاتی ہے اور یہ چیز معروف ہے اس لئے جو شخص بھی سیونگ سرٹیفکیٹ یا ڈیفینس سرٹیفکیٹ خریدتا ہے وہ اس عرف کی وجہ سے پانچ یا سات سال میں رقم دگنی لینے کی شرط کے ساتھ خریدتا ہے۔اور وہ اصل رقم سے جس قدر زائد لے گا وہ سود ہو گی۔اس کے برخلاف انعامی بانڈز میں ایسا نہیں ہے کہ ہر خریدنے والا حکماً اس شرط کے ساتھ بانڈز خرید رہا ہے کہ اس کو لازماً انعام ملے گا۔کیونکہ حکومت ہر خریدار کو انعام نہیں دیتی نہ اس کا رواج ہے اور نہ یہ عرف ہے اور جو چیز عرف نہیں ہے وہ حکماً شرط بھی نہیں بن سکتی البتہ عرف یہ ہے کہ لاکھوں خریداروں میں سے چند خریداروں کو انعام ملتا ہے اور ہر خریدار انعام کی امید میں بانڈز خریدتا ہے اور ظاہر ہے کہ انعام کی امید انعام کی شرط کے مترادف اور قائم مقام نہیں ہے اور جس خریدار کے نام انعام کا قرعہ فال نکلتا ہے انعام کی امید رکھنے کے باوجود اس کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں ہوتا کہ اس کو انعام مل جائے پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اس نے بانڈز خریدتے وقت حکماً اس زائد رقم کو لینے کی شرط لگائی تھی اس لئے یہ زائد رقم سود ہے۔[18]

پرائز بانڈ میں قرض کی حقیقت

سید مودودی نے انعامی بانڈز کی خریداری کو قرض قرار دیا ہے یعنی حکومت عوام سے قرض لیتی ہے اور اس کا سود جمع کر کے قرعہ اندازی کے ذریعہ لوگوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔علامہ غلام رسول سعیدی سید مودودی کی رائے کا استدراک

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ بات سرے سے غلط ہے۔ قرض میں ضروری ہے کہ ایک مدت معین کے لئے رقم لی جائے اور اگر اس پر سود دینا ہے تو اس مدت کے بعد سود دیا جائے انعامی بانڈز کا اول تو عنوان ہی خرید و فروخت ہے قرض نہیں۔ دوم اس کے لین دین میں مدت کا تعین نہیں ہوتا کہ انعامی بانڈز پر انعام لینے کے لئے اتنی مدت تک بانڈز رکھنا ضروری ہے۔ یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے اس لئے انعامی بانڈز کی خریداری کو قرض قرار دینا صحیح نہیں ہے کوئی آدمی بغیر تعین مدت کے بانڈز خریدتا ہے اور جب چاہے بغیر کسی نقصان یا زیادتی کے بینک کو بانڈز واپس کر کے اپنے پیسے لے لیتا ہے۔ یہ قرض کہاں سے ہو گیا"[۱۹]

پرائز بانڈ میں قمار کی حقیقت

بعض علمانے پرائز بانڈ میں قمار کی روح کے پائے جانے کی بات کی ہے۔اس بہتر ہوگا کہ یہاں قمار کی وضاحت ہو جائے۔ میر سید شریف جرجانی کتاب التعریفات لکھتے ہیں: "ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط ہو کہ مغلوب کی کوئی چیز کو غالب کو دی جائے گی قمار ہے" ۔[۲۰]

علامہ ابن عابدین شامی نے لکھاہے: "قمار قمر سے ماخوذ ہے جو کبھی کم ہوتا ہے اور کبھی زیادہ۔ جوئے کو قمار اس لئے کہتے ہیں کہ جوا کھیلنے والوں میں سے ہر ایک اپنا مال اپنے ساتھی کو دینے اور اپنے ساتھی کا مال لینے کو (شرط کے ساتھ) جائز سمجھتا ہے۔ اور یہ نص قرآن سے حرام ہے اور اگر صرف ایک جانب سے شرط لگائی جائے تو جائز ہے"۔[۲۱]

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے:

" ہر وہ کھیل جس میں قمار ہو وہ حرام ہے۔ خواہ کسی قسم کا کھیل ہو اور یہ اس میسر میں داخل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اجتناب کا حکم دیا ہے اور جو شخص بار بار جوا کھیلے اس کی شہادت مردود ہوگی اور جو کھیل قمار سے خالی ہوں اور یہ وہ ہیں جن میں جانبین یا کسی ایک جانب سے عوص نہ ہو ان کھیلوں میں سے بعض حرام ہیں اور بعض مباح ہیں امام ابو حنیفہ اور اکثر اصحاب شافعی کے نزدیک نرد حرام ہے اور بعض نے کہا مکروہ ہے حرام نہیں ہے"۔[۲۲]

فقہی مذاہب اربعہ میں قمار حرام ہے اور اس کی حرمت کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے۔ علماء احناف کے نزدیک قمار کی تعریف یہ ہے کہ جس میں جانبین سے شرط ہو یعنی جس عقد یا کھیل میں ہر فریق کو فائدہ یا نقصان لازم ہو وہ قمار ہے۔ نیز فقہاء احناف نے یہ بھی تصریح کی ہے گھوڑ دوڑ، شتر سواری، پیدل چلنے اور تیز اندازی میں ایک جانب سے نفع یا نقصان کی شرط جائز ہے اس کے علاوہ کسی عقد یا کھیل میں نفع یا نقصان کی شرط ایک جانب سے بھی جائز نہیں ہے اور یہ بھی حکماً قمار ہے اور ناجائز ہے۔ قمار کی تعریفات سمجھنے کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ انعامی بانڈز کے انعامات میں قمار بالکل نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں شرط بالکل نہیں ہے دونوں جانبوں سے نہ ایک جانب سے۔ بانڈز کی خریداری کے لئے کوئی شرط ہے نہ فروخت کے لئے۔ خرید نے اور بیچنے والے دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کو بھی نفع یا نقصان لازم نہیں ہے۔ خریدار جتنے روپوں کا بانڈ خریدتا ہے جب چاہے اتنے روپوں میں اسی کو فروخت کر دیتا ہے۔ حکومت جو بانڈز پر انعام دیتی ہے وہ محض تبرع ہیں جو بانڈز خریدنے کی ترغیب کے لئے جاری کیے جاتے ہیں۔

سید مودودی لکھتے ہیں:

"جمع شدہ سود کی وہ رقم جو بصورت انعام دی جاتی ہے اس کا کسی وثیقہ دار کو ملنا اسی طریقہ پر ہوتا ہے جس پر لاٹری میں

لوگوں کے نام انعامات نکلا کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ لاٹری میں انعام پانے والے کے سوا تمام باقی لوگوں کے ٹکٹوں کی رقم ماری جاتی ہے اور سب کے ٹکٹوں کا روپیہ ایک انعام دار کو مل جاتا ہے۔ لیکن یہاں انعام پانے والوں کے سوا باقی سب وثیقہ داروں کی اصل رقم قرض نہیں ماری جاتی بلکہ صرف وہ سود جو سودی کاروبار کے عام قاعدے کے مطابق ہر دائن کو اس کی دی ہوئی رقم قرض پر ملا کرتا ہے انہیں نہیں ملتا بلکہ قرعہ کے ذریعہ سے نام نکل آنے کا اتفاقی حادثہ ان سب کے حصوں کا سود ایک یا چند آدمیوں تک اس کے پہنچنے کا سبب بن جاتا ہے اس بناء پر بعینہٖ قمار تو نہیں مگر اس میں روح قمار ضرور موجود ہے"۔ [۲۳]

مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں:

''انعامی بانڈ کے سود کو قمار کے ذریعے دیا جاتا ہے یعنی سود سب کو دینے کے بجائے قرعہ اندازی کے ذریعے ایک کو دیتے ہیں لہٰذا سود دینے میں قمار ہے چونکہ یہاں اصل میں قمار نہیں ہے بلکہ سود میں ہے اس واسطے اس کو اصطلاحی طور پر قمار نہیں کہیں گے''۔ [۲۴]

علامہ غلام رسول سعیدی کہتے ہیں:

"کیا سب کے حصوں کا سود چند آدمیوں کی بجائے اگر سب آدمیوں کو مل جائے تو پھر اس عقد سے روح قمار نکل جائے گی ؟ یہ صرف عقد بیع ہے یہاں کسی سود یا قمار کا کوئی شائبہ نہیں ہے البتہ اگر کسی کو یہ خدشہ ہو کہ بانڈز کی خریداری سے جو حکومت کو پیسہ حاصل ہوتا ہے وہ تمام خریداروں کا روپیہ ہوتا ہے۔ اب اگر اس روپیہ سے حکومت کو تجارت کے ذریعہ نفع ہوتا ہے تو اس نفع کو تمام خریداروں میں تقسیم کرنا چاہیئے صرف چند خریداروں میں قرعہ اندازی کے ذریعہ انعامات تقسیم کرنا انصاف کے خلاف ہے۔ لیکن یہ خدشہ اس لئے ساقط ہے کہ خریداروں نے حکومت کے ساتھ کوئی عقد شراکت نہیں کیا انہوں نے صرف بانڈز کا عقد و بیع کیا ہے۔ بانڈز کی رقم سے اول تو کوئی آمدنی نہیں ہوتی کیونکہ یہ رقم مختلف منصوبوں پر خرچ کی جاتی ہے۔ ثانیاً اگر بانڈز کے پیسوں کے ذریعہ حکومت کو آمدنی ہوتی ہے تو اس میں کسی خریدار کا کوئی استحقاق نہیں ہے۔ حکومت ترغیب اور تشویق کی خاطر محض تبرعاً انعامات کی تقسیم کرتی ہے۔ اس تمام بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ انعامی بانڈز کی خریداری حکومت کا ان پر انعام دینا اور لوگوں کا انعام وصول کرنا جائز ہے۔ [۲۵]

خلاصہ

انعامی بانڈز کی خریداری کو قرض قرار دینا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ کوئی بھی فرد بغیر تعینِ مدت کے بانڈز خریدتا ہے اور جب چاہے بغیر کسی نقصان یا زیادتی کے بینک کو واپس کر کے پیسے لے لیتا ہے، اس لیے یہ قرض نہیں ہے۔ انعامی بانڈز میں غرر نہیں اور قمار بغیر غرر کے متحقق نہیں ہوتا لہٰذا انعامی بانڈز میں قمار کا جسم ہے نہ روح ہے۔ بیع یا قرض کی رقم پر مدت معینہ کے بعد اصل زر کے ساتھ جو پہلے سے طے شدہ اضافی رقم دی جائے اس کو سود کہا جاتا ہے اور اس کی عقد بیع میں صراحت کے ساتھ شرط لگائی جاتی ہے اور جب انعامی بانڈز کی بیع ہوتی ہے اور خریدار جب بینک سے انعامی بانڈز خریدتا ہے تو اس عقد میں اس قسم کی کوئی شرط نہیں ہوتی۔ ہماری دانست میں انعامی بانڈز کا لین دین قرض نہیں ہے بلکہ خرید و فروخت ہے اور انعامی بانڈز پر انعام لینا سود نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس میں نہ ہی قمار ہے اور نہ ہی روح قمار۔

نتائج وسفارشات

۱. پرائز بانڈ کا ایک غیر سودی تحفظ ہے جو انعامی قرعہ اندازی میں شامل ہوتا ہے جس کے تحت منتخب بانڈ کے مالک کو انعام ملتا ہے۔
۲. پاکستان میں پرائز بانڈز کی قانونی حیثیت یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک بانڈز جاری کر کے لوگوں سے رقم وصول کرتا ہے اور انہیں گارنٹی دیتا ہے کہ جب چاہیں یہ بانڈز کسی بھی مجاز بینک میں جمع کر کے اپنی رقم لے سکتے ہیں۔
۳. پرائز انعامی بانڈز فطرت میں "بریئر" ہوتے ہیں اور ان بانڈز کی ملکیت محض ہاتھ کی تبدیلی سے بدل جاتی ہے۔
۴. سود سے پاک ہونے کی وجہ سے، ان بانڈز کا ہولڈر انعامی رقم کے علاوہ بانڈز کی فیس ویلیو کا اہل ہوتا ہے
۵. پرائز بانڈز کے متعلق سید مودودی اور مفتی تقی عثمانی کا موقف ایک جیسا ہے ان کے نزدیک انعامی بانڈز میں سود اور قمار کا روح دونوں موجود ہیں اس لیے حرام ہیں۔
٦. مجلس دعوت و تحقیق اسلامی، مولانا کیلانی اور جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی رائے یہ ہے کہ انعامی بانڈز میں سود اور جوا دونوں موجود ہیں اس لیے یہ حرام ہے۔
۷. علامہ غلام رسول سعیدی نزدیک انعامی بانڈز کی بیع جائز ہے اور حکومت کی طرف سے اس کو خریدنے کی ترغیب کے لئے جو انعام جاری کیا جاتا ہے وہ بھی جائز ہے کیونکہ اس انعام پر ربا یا قمار کی تعریف صادق نہیں آتی۔
۸. مفتی منیب الرحمان نے انعامی بانڈز کو خرید وفروحت قرار دیا ہے۔ چونکہ ان کو قرض قرار نہیں دیا لہٰذا ان پر انعام لینا جائز ہے۔
۹. انعامی بانڈز کا لین دین قرض نہیں ہے بلکہ دیگر کاروبار کی طرح یہ بھی خرید وفروخت کا کاروبار ہے انعامی بانڈز پر انعام لینا سود نہیں ہے۔ اس میں نہ ہی قمار ہے اور نہ ہی روح قمار۔
۱۰. علمائے کرام کو اس مسئلہ میں مزید مطالعہ اور تدبر و تفکر کی ضرورت ہے تاکہ عوام میں ہیجان کی کیفیت نہ رہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

---

[۱] *https://www.lawinsider.com/dictionary/prize-bond*

[۲] *https://www.sbp.org.pk/70/sup-3.asp*

[۳]۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، رسائل ومسائل، پین اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۷۵، ج۳، ص ۳۳٦

Syed Modoodi, Abu Al-Alā, Rasa'il wa Masa'il, pan Islamic Publicatiocs, Lahore, 1975, Vol.3, Page 336

[۴] ۔کیلانی، عبدالرحمٰن، احکام تجارت اور لین دین کے مسائل، کیلانی کتب خانہ، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۱۴۱۔۱۴۲

Kelāni, Abdul Rehman, Ahkam_e_Tijarat, kelani Kutub Khana, Lahore, 2003, P141-142

[۵] عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ادارۃ المعارف، کراچی، ۲۰۱۹ء، ج ۴، ص ۸۰۔۸۱

Usmāni, Muhammad Taqi, Islam aur Jadeed Mu'ashi Masa'il, Idarah Al_Ma'arif, Karachi, 2019, Vol.4, P 80-81

[۶] جصاص، احمد بن علی، احکام القرآن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۶، ج ۲، ص ۴۶۵

Jāssas, Ahmād Bin Ali, Ahkam Al_Quran, Dar al_Kutub Al_Ilmiya, Bairut, 2006, Vol. 2, P 465

[۷] فتاویٰ بینات، مجلس دعوت و تحقیق اسلامی، مکتبہ بینات، کراچی، ۲۰۱۰ء، ج ۴، ص ۲۲۵

Fātawa Bāyyenat, Majlis Da'wat wa Tahqeeq, Maktaba Bayyenat, Karachi, 2010, Vol. 4, P225

[۸] مزمل حسین، غیر مطبوعہ فتویٰ از دار افتاء جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی، ۱۴۰۶ھ

Muzāmmil Hussain, Dar Al_Ifta, Jamia Banuria, karachi, 1406A.H

[۹] *https://www.thefatwa.com/urdu/questionID/2179*

[۱۰] سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال، لاہور، ۲۰۱۰ء، ج ۴، ص ۱۱۳

Sāeedi, Ghulam Rasool, Sharah sahih Muslim, Fareed Book stall, Lahore,2010,Vol.4,P113

[۱۱] منیب الرحمان، تفہیم المسائل، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء، ج ۱، ص ۳۲۹

Muneeb_ur_Rehman, Tafheem Al-Mās'il, Zia-ul-Quan Publications, Lahore,2003,Vol.1,P329

[۱۲] بیہقی، احمد بن حسین، السنن الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۴ھ، باب کل قرض جر منفعۃ فھو ربا، حدیث ۱۰۹۳۳

Behāqi, Ahmad bin Hussain, Al_Sunān Al_Kubra, Dar Al_Kutub Al_Ilmiya, Bairut, 1424 A.H, Hadith No.10933

[۱۳] شامی، ابن عابدین محمد امین، رد المحتار، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۳۸ھ، ج ۵، ص ۱۶۵

Shāmi, Ibn_e_A'bideen, Rādd_ul_Muhtaar, Dar al_Kutub Al_Ilmiya, Bairut, 1438 A.H, Vol. 5, P165

[۱۴] رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ، ج ۷، ص ۷۲

Rāzi, Fahkhar_ud_Din, Mafateeh Al_Ghāib, Dar Ihya Al_Turath, Bairut, 1420 A.H, Vol. 7, P72

[۱۵] عینی، بدار لدین، عمدۃ القاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ، ج ۱۱، ص ۱۹۹

A'ini, Badar_ud_Din, Umdā Al_Qari, Dar Ihya Al_Turath, Bairut, 1420 A.H, Vol. 11, P199

[۱۶] مالکی، ابو الولید سلیمان باجی، المنتقیٰ، دار الفکر، بیروت، ۱۳۳۲ھ، ج ۵، ص ۶۵

Mālki, Abu Al_Waleed, Al_Muntaqa, Dar Al_Fikr, Bairut, 1332 A.H, Vol. 5, P65

[۱۷] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، مکتبہ الشاملہ، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ اذا قدم من سفر، حدیث ۴۴۳

Bukhārî, Muhammad Bin Ismaeel, Al Jāmi' Al Sāheeh, Al-Maktaba Al-Shamila, Book Al_Salat, Haidth No.443

[۱۸] سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۱۷

Sāeedi, Ghlam Rasool, Sharah Sāhih Muslim, Vol.4, P117

[۱۹] سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۱۸

Ibd, Vol.4, P118

[۲۰] جرجانی، میر سید شریف، کتاب التعریفات، المطبعۃ الخیریہ، مصر، ۱۳۰۶ھ، ص ۷۷

Jurjāni, Mir Syed Shareef, Kitab Al_Tā'rifaat, Al_Matba' Al_Khairia, Egypt, 1306 A.H, P77

[۲۱] شامی، ردالمحتار، ج۶، ص۴۰۳

Shāmi, Radd_ul_Muhtaar, Vol. 6, P403

[۲۲] ابن قدامہ، موفق الدین، المغنی، دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ج۱۰، ص۱۵۰

Ibn_e_qudāma, Al_Mughni, Dar Al_Fikr, Bairut, 1405 A.H, Vol.10, P150

[۲۳] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، رسائل و مسائل، ج۳، ص۳۳۶

Syed Modoodi, Abu Al-Ala, Rasā'il wa Masa'il,Vol.3,Page 336

[۲۴] عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ج۴، ص۸۰-۸۱

Usmāni, Muhammad Taqi, Islam aur Jadeed Mu'ashi Masa'il, Vol.4, P 80-81

[۲۵] سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ج۴، ص۱۲۰

Sāeedi, Ghulām Rāsool, Sharah Sāhih Muslim, Vol.4, P120